ڈی این اے ٹیسٹ سے ثبوت نسب کی شرعی حیثیت

حافظ عبدالباسط خان*

حافظ محمد یونس**

مقاصد شریعت میں سے حفاظت نسب ایک اہم مقصد ہے شریعت نے اس کی حفاظت کو متاثر کرنے والے تمام امور پر پابندی لگائی ہے اور تمام وہ امور جو اس کی حفاظت میں ممد و معاون ثابت ہو سکتے تھے ان کو جائز قرار دیا ہے۔ لیکن ماحولیاتی اثرات اور بشری تقاضوں کی وجہ سے بعض اوقات ہسپتالوں، مصنوعی تخم ریزی کی مختلف شکلوں میں نسب میں اختلاط ہو جاتا ہے، عصر حاضر میں ایسے مجہول النسب بچوں کے نسب کے اثبات کے لئے جدید قرائن سے استفادہ کیا جا رہا ہے۔ شریعت میں اس کی کس حد تک گنجائش ہے۔ اس آرٹیکل میں اس سے متعلقہ امور پر بحث کی جائے گی۔

نسب کا لغوی معنی:

نسب یہ نسب فعل سے ہے جس کی جمع انساب آتی ہے۔ بمعنی قرابت کے، بیٹے کو باپ کی طرف منسوب کر کے جس چیز کے ساتھ بُلایا جاتا ہے اس کو نسب کہتے ہیں۔ قرابت اس کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ نسب اور قرابت کے مابین تعلق پایا جاتا ہے۔ کیونکہ نسب بھی رشتہ داری ہے جیسے بیٹا ہونا یا باپ ہونا۔(۱)

نسب کی اصطلاحی تعریف:

دو انسانوں کے مابین ولادت کا اشتراک کا ہونا، چاہے اشتراک قریب ہو یا بعید، نسب کہلاتا ہے۔ (۲)

اثبات نسب کے شرعی وسائل:

اثبات نسب کے دو سبب ہیں (۱) نکاح (۲) استیلاد۔ (۳)

نکاح: اس کی تین قسمیں کی گئی ہیں (۱) نکاحِ صحیح (۲) نکاحِ فاسد (۳) وطی بالشبہ

علماء کا اتفاق ہے کہ نکاحِ صحیح میں نسب ثابت ہو جاتا ہے، کیونکہ آپؐ کا فرمان ہے:

"اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ"۔ (۴) بچہ صاحبِ فراش کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔

یہاں فراش سے مراد رشتہ ازدواج ہے جس کے لئے خاوند کا بالغ ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی نابالغ بچے کی بیوی بچہ جنم دے تو اس کا نسب اس سے ثابت نہ ہوگا، اسی طرح مجبوب (مقطوع الذکر) کا نسب بھی جمہور کے نزدیک ثابت نہ ہوگا، البتہ احناف کے نزدیک (۵) اگر اسے انزال ہوتا ہو تو اس کا نسب ثابت ہوگا۔ (۶) حنابلہ کے نزدیک اہلِ معرف سے پوچھا جائے گا اگر وہ کہیں کہ اس کے ہاں اولاد ہو سکتی ہے تو اس کا نسب ثابت ہوگا۔ (۷)

فراش کے ساتھ ثبوت نسب کی شرائط:

فراش کے ساتھ ثبوت نسب کی درج ذیل شرائط ہیں:

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

** پی ایچ ڈی سکالر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

۱۔ دونوں کے مابین نکاح کا عقد پایا جاتا ہو۔

۲۔ دخول یا وطی ہو چکی ہو یا دخول کا امکان موجود ہو۔

۳۔ عمر کے لحاظ سے ایسے ہوں کہ ان کے لئے ایسے بچے کا پیدا ہونا ممکن ہو۔

۴۔ ولادت سے پہلے حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ کا گزرنا بھی ضروری ہے۔

۵۔ نیز یہ بھی کہ میاں بیوی کی جدائی کے بعد، خاوند کی وفات کے بعد انتہائی مدت (۲ سال) سے زیادہ نہ گزرا ہو۔(۸)

نکاحِ فاسد : فقہاء کا اتفاق ہے کہ نکاحِ فاسد میں نسب ثابت ہوگا جب اس کے ساتھ دخولِ حقیقی ہو۔(۹)

وطی بالشبہ : جمہور فقہاء کے نزدیک وطی بالشبہ کے نتیجہ میں نسب ثابت ہوگا کیونکہ یہاں وطی کرنے والے کا گمان یہ ہے کہ یہ میری بیوی ہے۔ تو اس گمان کے مطابق نسب ثابت ہوگا بخلاف زانی کے کہ وہاں زانی کے بارے میں گمان نہیں ہے۔ حنابلہ میں سے قاضی ابو یعلیٰ اس کے نسب کو ثابت نہیں مانتے۔(۱۰)

عورت سے ملاپ میں اشتراک :

اگر دو افراد کسی عورت سے وطی کرنے شریک میں ہوں تو نسب ثابت ہوگا کیونکہ یہاں شبہ کی وجہ سے وطی کی گئے ہے۔ دونوں نے اسے اپنا فراش سمجھا اور اپنی بیوی گمان کیا۔ یا ایک نے اپنی بیوی سے وطی کی اور طلاق دے دی، دوسرے نے شبہ کی بنا پر اس سے وطی کر لی، یا نکاحِ فاسد سے وطی کر لی اور بچہ جنم دیا تو اس بات کا امکان ہے کہ وہ ان دونوں کا ہو سکتا ہے اسے قیافہ شناس پر پیش کیا جائے یا پھر ایک دعویٰ ہی نہ کرے۔(۱۱)

جماع کے بغیر فرج میں منی داخل کرنے سے نسب کا ثبوت :

مالکیہ (۱۲) کے نزدیک اگر کسی عورت نے بغیر جماع کے اپنے فرج میں منی داخل کی جس سے وہ حاملہ ہوگئی، اگر وہ خاوند والی ہے اور خاوند سے بچہ ہونے کا امکان بھی ہے (یعنی شادی سے چھ ماہ گزر بھی چکے ہوں، اور منی بھی خاوند کی ہو) تو اس کے خاوند سے بچے کا نسب ثابت ہوگا۔ اگر وہ شوہر والی نہیں ہے یا شوہر تو ہے لیکن اس سے الحاق ممکن نہیں ہے، تو الحاق نہیں کیا جائے گا۔ شافعیہ کہتے ہیں منی کا داخل کرنا وطی کے قائم مقام ہے اور اس سے عدت اور نسب ثابت ہوگا۔(۱۳)

زنا سے نسب کا عدمِ ثبوت : جمہور فقہاء کا اتفاق ہے کہ زنا سے مطلقاً نسب ثابت نہ ہوگا، نہ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے نسب ثابت کیا ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کے بعد صحابہ اور اسلاف میں سے کسی نے اس سے نسب کو ثابت کیا ہے بلکہ اس کی مخالفت میں یہ حدیث موجود ہے۔ آپ کا فرمان ہے : ''اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ'' ، اور عاھر سے مراد زانی ہے، کیونکہ زانی ممنوع فعل کر کے گناہ گار ہوا ہے۔(۱۴، ۱۵)

استیلاد :

دوسرا سبب اثباتِ نسب کا استیلاد ہے۔ لغت میں استیلاد کا معنی ہے اولاد طلب کرنا، اصطلاح میں لونڈی کا ام ولد ہونا ہے۔ جمہور کے نزدیک استیلاد پر ثبوتِ نسب ثابت ہوتا ہے جب لونڈی کا مالک وطی کا اقرار کر لے۔ حنفیہ اس میں یہ شرط لگاتے ہیں کہ یہ اقرار کرے کہ یہ بچہ مجھ سے ہے۔(۱۶)

حضرت عمرؓ کا اس بارہ میں یہ فیصلہ ہے :

"أَنَّ عُمَرَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: حَصِّنُوا هٰذِهِ الْوَلَائِدَ، فَلَا يَطَأُ رَجُلٌ وَلِيدَتَهُ، ثُمَّ يُنْكِرُوا وَلَدَهَا إِلَّا أَلْزَمْتُهُ"(۱۷)

یہ کہ عمرؓ نے فرمایا، اپنی اولاد کے نسب کو محفوظ رکھو، کوئی شخص اپنی لونڈی کو نہ لٹائے، اور پھر اس کی اولاد سے انکار کرے، لیکن میں اس کے لیے اس (اولاد کے نسب کو) لازم کردوں گا۔ لونڈی کے بچے سے انکار کرنے سے نسب کی نفی نہیں ہوسکتی بلکہ نفی نسب کے لئے ضروری ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں نے وطی کے بعد اس کا استبراء رحم بھی کرایا تھا اور یہ بچہ استبرا کرنے کے بعد لائی ہے، چھ ماہ یا اس سے زیادہ کے بعد، تو اس سے بچے کی نفی ہوجائے گی۔(۱۸) مذکورہ بالا تمام امور میں اثبات نسب کے لئے جدید طبی وسائل دوسرے قرائن سے زیادہ بہتر ہیں۔

اقرار:

اقرار کا مطلب یہ ہے کہ مُقر اپنے اوپر اس بات کا اقرار کرے کہ فلاں اس کا بیٹا ہے تو اس بچے کو اس کے ساتھ ملحق کیا جائے گا اور اس کا نسب اس سے ثابت ہوگا۔ یہ طریقہ چند شرائط کے ساتھ علماء کے مابین متفق ہے۔ اقرار اپنے اوپر ہو تو اس کی شرائط درج ذیل ہیں :

۱۔ مُقر بالغ، بااختیار اور مکلف ہو۔

۲۔ جس کے لئے اقرار کیا جائے اس کا نسب مجہول ہو کہ کسی اور سے معلوم نہ ہو۔

۳۔ مُقر لہ ایسا ہو کہ اس میں یہ امکان موجود ہو کہ مقر کے لئے ایسا بچہ پیدا ہوسکتا ہے۔

۴۔ مقر لہ بھی اس کے اقرار کی تصدیق کرے اگر اس نے تصدیق نہ کی تو نسب ثابت نہ ہوگا۔

۵۔ مُقر اس بات کا اقرار نہ کرے کہ یہ اس کا ولد الزنا ہے۔

۶۔ اقرار اپنے اوپر ہو غیر پر اقرار نہ ہو، یعنی باپ یہ کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ بھائی کا بھائی کے لیے اقرار معتبر نہیں۔ اس لئے کہ یہ غیر پر اقرار ہے۔

۷۔ مُقر کے ساتھ نسب میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔ ورنہ پھر قرائن سے ترجیح کی صورت اپنائی جائے گی، جیسے قیافہ وغیرہ۔(۱۹)

اقرار غیر پر ہو تو مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ درج ذیل شرائط بھی ہوں گی۔

۱۔ جس کا نسب ثابت کیا جائے وہ زندہ نہ ہو۔

۲۔ تمام ورثاء اس کے اقرار پر اتفاق کریں۔

۳۔ ملحق نے لعان کے ساتھ اس کی نفی نہ کی ہو۔(۲۰)

گواہ (بینہ): بینہ سے مراد عادل شخص کی گواہی ہے اور اس کو بینہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس کے ذریعے حق و باطل واضح ہوجاتا ہے۔ اور یہ شہادت اثبات نسب میں تب قبول ہوگی جب یہ گواہی دو عادل آدمی دیں۔(۲۱) البتہ دو مردوں کے علاوہ یعنی ایک مرد دو عورتوں کی گواہی نسب کے معاملہ میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے ہاں صرف دو عادل

گواہوں سے نسب ثابت ہوگا۔(۲۲) جبکہ احناف کے ہاں نسب دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔(۲۳)

قیافہ: قیافہ لغت میں کسی کے قدم کی چھاپ کی پیروی کرنے کو کہتے ہیں تا کہ اس کا سراغ لگایا جاسکے کہ وہ کہاں جاتا ہے۔اصطلاح میں فہم وفراست کے ذریعے کسی شخص کو پہچان لینے کو قیافہ کہتے ہیں۔(۲۴)

وہ علماء، جو قیافہ کے ذریعے اثبات نسب کے قائل ہیں ان کے نزدیک شرط یہ ہے کہ فراش اور بینہ کی عدم موجودگی میں نسب کے اختلاف کی صورت میں قیافہ سے نسب کو ثابت کیا جائے گا۔(۲۵)

قیافہ کی شرائط : قیافہ شناس کے لئے درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ مسلمان ہو ۲۔مذکر ہو ۳۔ عادل ہو ۴۔ آزاد ہو ۵۔دیکھنے والا ہو ۶۔سننے والا ہو

۷۔ بولنے والا ہو ۸۔درست قیافہ شناسی کا تجرب بھی رکھتا ہو ۹۔ قیافہ شناس کو اس قیافہ سے اپنا کوئی نفع یا نقصان دور کرنا مقصود نہ ہو۔

۱۰۔ جس کے ساتھ اس کی دشمنی ہو اس کے خلاف اس کا قیافہ معتبر نہ ہوگا۔اس اثبات پر قیافہ شناس کوئی گواہ بھی بنائے۔(۲۶)

موقوف کی شرائط :۱۔ وہ مجہول النسب ہو ۲۔ دو یا زیادہ آدمیوں نے اس کے نسب میں لڑائی کی ہو۔۳۔مُقر لہ اس کی تکذیب نہ کرے۔۴۔ حواس خمسہ میں سے کوئی حس اس کی تکذیب نہ کرے۔۵۔ یہ موقوف ایسا شخص نہ ہو کہ اس کے نسب کو لعان یا زنا کے ساتھ منتفی کیا گیا ہو۔(۲۷)

قرعہ:

اثبات نسب کے وسائل میں یہ ضعیف ترین وسیلہ ہے۔اہل ظواہر اس کے ساتھ ثبوت نسب کے قائل ہیں۔'مالکیہ' باندیوں کی اولاد میں قرعہ کے ذریعے ثبوت نسب کے قائل ہیں۔(۲۸)

اگر سابقہ طریقوں میں سے کوئی طریقہ ثبوت نسب کے لئے نہ ہو یا قیافہ کرنے والے لوگوں کے اقوال میں تعارض ہو تو جھگڑے سے بچنے اور بچے کے نسب کے تحفظ کے لئے قرعہ کے ذریعے نسب ثابت کیا جائے گا۔

دعویٰ :

لونڈیوں کی اولاد کے سلسلہ میں احناف اور دوسرے ائمہ کے مذاہب میں اختلاف ہے۔احناف کے ہاں وطی کے ساتھ بچے کا دعویٰ بھی ضروری ہے۔(۲۹) جبکہ جمہور فقہا کے نزدیک وطی کے اقرار سے ہی فراش ثابت ہو جائے گا۔(۳۰)

حمل:

حمل سے بھی نسب ثابت ہوگا جب بچہ متعینہ مدت میں پیدا ہو مثلاً شادی کے بعد کم ازکم چھ مہینے کا عرصہ گزر جائے۔ اور میاں بیوی میں جدائی کے بعد دو سال سے زائد کا عرصہ نہ گزرے۔اس لئے کہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے۔(۳۱) چونکہ قرعہ اور قیافہ قرائن ہیں اس لئے ان کے ذریعے ثبوت نسب میں علماء کا اختلاف ہے۔قرآن وسنت سے قرائن سے استفادہ اور اس کی بنیاد پر جدید ذرائع کو قرآن وسنت کی روشنی میں پرکھا جائے گا۔

قرائن:

قرینہ کی لغوی تعریف : ''قرینہ قَرَنَ'' سے ماخوذ ہے۔اس کا واحد قرینہ ہے جس کے معنی مصاحبت اور آپس میں تلازم کے ہیں۔(۳۲)

اصطلاحی تعریف : قرائن کی تعریف علماء نے علامۃ سے کی ہے۔(۳۳)

اس تعریف کی بنیاد پر قرائن کے چار ارکان ہیں:

۱۔ وہ چیز ایسی ہو کہ حواس سے اس کا ادراک ہو سکتا ہو۔

۲۔ کسی چیز کا خفی ہونا کہ حواس سے اس کا ادراک نہیں ہو سکتا۔

۳۔ ظاہر اور خفی کے مابین کوئی علاقہ اور تعلق ہو۔

۴۔ حکم ان سابقہ عناصر کو بنیاد بنا کر نتیجہ نکالنا۔

قرائن کی صحت : متوسط اور ضعیف قرائن میں علماء کا اتفاق ہے کہ ان سے استنباط نہیں ہو سکتا۔البتہ قرائن قویہ کو فیصلہ کی بنیاد بنانے میں علماء کا اختلاف ہے۔اس میں دو اقوال ہیں:

جمہور فقہاء اور ائمہ اربعہ کے نزدیک اس پر عمل کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا جائز ہے۔ابن الفرس، ابن نجیم، ابن عابدین، ابن فرحون، ابن العربی، قرطبی، عز بن عبدالسلام، ابن ابی الدم،(۳۴) اور ابن تیمیہ قیافہ سے ثبوت نسب کے قائل ہیں۔(۳۵) جبکہ بعض علماء کے ہاں نہ تو یہ حجت ہے اور نہ فیصلہ میں اس کو بنیاد بنایا جا سکتا ہے جیسے ابو بکر جصاص وغیرہ۔(۳۶)

قرینہ سے اثبات کے دلائل:

قرآن سے قرینہ کی مثال : حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کی خون آلود قمیض کو دیکھ کر بغیر کسی چشم دید گواہ کے برادرانِ یوسف کو ملزم ٹھہراتے ہوئے فرمایا:﴿بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا﴾ (۳۷) بلکہ تمہارے دل نے ایک بات بنائی ہے۔علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت یعقوب نے قمیص کے صحیح سالم ہونے کی وجہ سے ان کے جھوٹ پر استدلال کیا۔(۳۸)

حدیث سے قرینہ کا اثبات : آپؐ کا ارشاد ہے : ''**لا تنكح الأيم حتى تستامر، ولا تنكح البكر حتى تستأذن ، قالوا :يا رسول الله، و كيف إذنها؟ قال :أن تسكت**'' (۳۹) حدیث میں باکرہ لڑکی کی خاموشی کو اس کی رضا پر قرینہ بتلایا گیا ہے۔(۴۰)

اجماع:

علامہ ابن قیمؒ قیافہ کے بارے میں لکھتے ہیں: کہ آپؐ، خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام مثلاً ابو موسیٰؓ اشعری، ابن عباسؓ اور انسؓ کے عمل سے اس کی تائید ہوتی ہے۔تابعین میں سعید بن مسیب، زہری، عطا، قتادہ، کعب بن سوار اور تبع تابعین میں لیث بن سعد، مالک بن انس اور ان کے اصحاب اور ان کے بعد والوں میں شافعی، احمد، اور ان کے اصحاب ابو اسحٰق، ابو ثور اور تمام اہل ظواہر اسی کے قائل ہیں۔ (۴۱)

عقلی دلیل : قرائن کو چھوڑ نا نہ صرف حقوق کو ضائع کرنے کے مترادف ہے بلکہ مجرموں کو اپنے مقاصد کے حصول

میں اور بھی آسانی مہیا کرتا ہے۔ پس قرائن کو چھوڑنا نفس اور مال دونوں ضائع ہونے کا سبب ہے۔(۴۲)

مانعین کے دلائل:

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "لو کنت راجماً احداً بغیر بینة الرجمت هذه" (۴۳) اگر میں کسی کو بغیر گواہ کے رجم کرتا تو اس خاتون کو رجم کرتا۔ اس لئے کہ اس کے کردار و گفتار اور جو اس کے پاس آیا تھا اور اس کے ماحول سے شک ظاہر ہو گیا تھا۔ اس حدیث میں باوجود شک ہونے کے قرائن کی بنیاد پر عورت پر حد جاری نہیں کی گئی۔ اگر قرائن پر عمل جائز ہوتا تو حضور اس عورت کو حد لگاتے۔(۴۴)

آپؐ نے ارشاد فرمایا: اس عورت کو دیکھتے رہنا اگر اس عورت کو سفید رنگ، سرگیں آنکھوں والا بچہ پیدا ہو تو ہلال بن امیہ کا ہے اور اگر اس نے صاف رنگ، گھنگریالے بال اور پتلی ہڈیوں والا بچہ جنا تو وہ شریک بن سحماء کا ہے۔(۴۵) بچہ چونکہ شریک بن سحماء کے مشابہ تھا۔ جس کی وجہ سے خاتون کا زنا میں ملوث ہونا متحمل تھا لیکن پھر بھی آپؐ نے بچے کی فراش کو ثابت کیا اور اس کو محض شبہ کی بنا پر حد جاری نہ کی۔

عقلی دلیل : قرائن کی دلالت بینہ وغیرہ کی طرح قطعی اور یقینی نہیں ہوتی اس لئے اس سے فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔(۴۶)

راجح مذہب : قرائن کا اعتبار کرنا راجح مذہب ہے۔ اس لئے کہ قرائن سے اثبات مقاصد شرع کے موافق ہے اور قرائن کو چھوڑنے سے اموال، نفس اور عزت کی حفاظت متاثر ہوگی۔ قاضی اور تفتیشی عملہ اس کے محتاج ہیں تاکہ حقائق کو ظاہر کیا جا سکے۔ فقہا کرام نے اس کا اعتبار کیا ہے۔ بلکہ بعض مواقع پر اس کی مخالفت کرنے والوں نے بھی اس سے ستفادہ کیا ہے۔(۴۷)

ماقبل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قرائن سے احکامات میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔ جدید دور میں ایسے قرائن پائے جاتے ہیں جن سے نسب کا ثبوت ہوتا ہے۔ تو آیا ان سے نسب کا ثبوت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس کو واضح کرنے سے پہلے ذیل میں عصری قرائن ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ ان کی حیثیت معلوم ہونے کے بعد فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔

اثبات نسب کے جدید ذرائع:

دور جدید میں کافی سارے وسائل ایسے ہیں جو کہ نسب کے ثبوت میں معاون اور مُمد ثابت ہوتے ہیں جن کی بنیاد پر فیصلے بھی کئے جا رہے ہیں۔

فنگر پرنٹ سے اثبات نسب:

زمانہ قدیم سے ہی اس طریقہ کو استعمال کیا جا رہا ہے اور یہ تصور کیا جاتا ہے کہ ہر شخص کی انگلیوں کے نشانات دوسرے انسان سے بالکل مختلف ہوتے ہیں اور ان میں جزوی مشابہت صرف اسی صورت میں ہوتی ہے جب ان کے درمیان کوئی بہت ہی قریبی رشتہ داری موجود ہو۔ زمانہ قدیم میں انگلیوں کے نشانات میں محض ۱۶ اشکلوں کی مشابہہ ہونے کی بنا پر قریبی رشتہ داری کا فیصلہ کیا جاتا تھا۔ جرائم کی تحقیق میں ۲۰۱۰ میں تقریباً ۵۰ فیصد افراد کی صحیح شناخت ہو پائی، اس لیے بہت سے جج اور ادارے اس کو مستند ذریعہ تسلیم نہیں کرتے۔(۴۸) اس سے اثبات نسب کی شرح دوسرے طریقوں کے مقابلے میں مایوس کن ہیں مثلاً

باپ کا ہاتھ کٹا ہوا ہو جس سے انگلیوں کے نشانات لینا ناممکن ہو جاتا ہے تو اس صورت میں ٹیسٹ بھی نہیں ہو سکتا۔ موجود زمانے میں اس طریقے کو نسب کی بجائے جرائم کی تحقیق کے لئے زیادہ استعمال کیا جا رہا ہے۔

HLA ٹائپنگ سے اثبات نسب :

HLA (Human Leucocyte Antigen) سسٹم 1960 ء کی دہائی میں شروع کیا گیا تھا۔ اس سسٹم کے ذریعے چار جینز کی فیملیز جن کے نام A,B,C, اور D رکھے گئے ہیں جو کہ Polimorphic Proteins کے کوڈ ہیں، اور اکثر مرکزہ (نیوکلیئس) والے سیلز کی سطح پر پائے جاتے ہیں۔ اس میں بچے اور مشتبہ والد کے سفید خون کے ذرات WBCs کے فنگر پرنٹس کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ہر شخص HLA System کی ذیلی گروہ بندی کے لیے، اپنے دونوں والدین سے ایک جین (یا سیٹ آف جینز) ورثے میں لیتا ہے۔ اگر دو افراد کے ایک جیسا HLA ہو تو انہیں Histocompatible کہا جاتا ہے۔ اگر ایک مریض کو دوسرے شخص کے ٹشوز کی پیوندکاری کروانی ہو تو HLA میں کم از کم فرق رکھنے والے فرد کے ٹشوز کو پیوند کیا جاتا ہے۔ (۴۹) آج کل یہ میڈیکلی نسب کے ثبوت کے لئے سب سے مشہور طریقہ ہے لیکن صرف اسی وقت مؤثر ہے جب مخصوص تعداد میں افراد بچے کی ولدیت کے بارے میں شبہات کی زد میں ہوں، اس سے ان کے HLA کے فرق اور مشابہت کی بنا پر ان کی ولدیت کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ (۵۰) یہ طریقہ صرف اسی وقت مؤثر ہوتا ہے جب دونوں مشتبہ دعویداروں کے ٹشوز میں کافی زیادہ فرق ہو، اگر ان کے ٹشوز کی ساخت آپس میں ملتی ہو تو یہ طریقہ ناکام ہو جاتا ہے۔ اس ٹیسٹ میں مزید بہتری ۱۹۷۰ء کی دہائی میں آئی جب PCR (polymerase chain reaction) میں ترقی ہوئی، جس سے میڈیکلی نسب کے اثبات میں ۸۰ فیصد درستگی پیدا ہوئی۔ (۵۱)

ABO نظام سے اثبات نسب :

اس میں بچے اور اس کے مشتبہ والدین کے خون کا ABO کے تحت تجزیہ کیا جاتا ہے، اس سسٹم کے تحت یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ اگر خون میں کوئی خاصیت بچے کے خون میں موجود ہے اور وہ خاصیت ماں کے خون میں موجود نہیں ہے تو وہ خاصیت یقیناً والد کی طرف سے آئی ہوگی۔ یہ طریقہ اس وقت بالکل ناکام ہو جاتا ہے جب مشتبہ باپوں کے بھی بلڈ گروپ ایک جیسے ہوں۔ کیونکہ اس طریقہ میں ہر فرد کے خون کی ورائٹی بہت زیادہ مختلف نہیں ہوتی اس لیے غلطی کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔

یہ طریقہ سب سے پہلے ۱۹۲۰ء میں استعمال کیا گیا تھا۔ اس طریقہ میں بچے اور والدین کے خون کے نمونوں کا تقابل کیا جاتا ہے اور اس سے صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ ان کے درمیان آیا ولدیت کا تعلق بننے کا امکان بھی ہے یا نہیں؟ لیکن اس ٹیسٹ میں قباحت یہ ہے کہ مردوں کی کل آبادی کا تقریباً ۳۰ فیصد آبادی کو اس بچے کے متوقع باپ ہونے سے نکالا جا سکتا ہے۔ (۵۲)

Serogical testing سے اثبات نسب:

۱۹۳۰ء کی دہائی میں بلڈ گروپ میچنگ سے زیادہ بہتر ٹیسٹ سامنے آیا جو کہ serogical ٹیسٹ کہلاتا ہے، اس قسم کے ٹیسٹ میں خون کے سیرم اور اس کے مشتملات کا ٹیسٹ کیا جاتا ہے۔ اس میں درحقیقت جسم سے حاصل ہونے والی پروٹینز کا ٹیسٹ کر کے ان میں مطابقت تلاش کی جاتی ہے۔ اس قسم کے ٹیسٹ میں بلڈ گروپ میچنگ سے صرف اس قدر بہتری آئی کہ اب مردوں کی کل آبادی کا ۴۰ فیصد اس بچے کے متوقع باپ ہونے سے نکالا جا سکتا تھا۔ (۵۳)

Chimera Persons:

chimera بعض اوقات جسے chimaera سے بھی کہے جاتے ہیں۔ایک ایسا جاندار ہوتا ہے جو کہ جینیاتی طور پر مختلف سیلز سے بنا ہوا ہوتا ہے۔ان کے جسم میں دو قسم کے جینز کے سیٹ موجود ہوتے ہیں۔عام طور پر ایسے لوگ نظر نہیں آتے لیکن جب ڈی این اے ٹیسٹ(DNA Test) کے ذریعے ولدیت کا ثبوت تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو ایسے لوگ بعض اوقات سامنے آتے ہیں کہ جن کے مختلف سیلز مختلف ڈی این کے سیٹ رکھتے ہیں جس کی وجہ سے رزلٹ میں غلطی کے امکانات ہیں۔بعض دفعہ ایسا وراثتی طور پر ہوتا ہے، یا پھر کسی عضو کی پیوند کاری یا خون یا دوسرے مائعات کے انتقال کے باعث ہوتا ہے جس سے خون یا مطلوبہ مائع کی نوعیت ہی مکمل طور پر تبدیل ہوجاتی ہے۔مثال کے طور پر ہڈیوں کے گودے کی پیوند کاری سے بعض اوقات خون کی قسم بھی تبدیل ہوجاتی ہے۔(۵۴) بعض اوقات Nonidentical Twins میں ایسا مظہر پایا جاتا ہے۔آگے ان کی نسل کشی میں اگلی نسل کے جینز کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ ان کے Testes اور Ovaries کس قسم کے سیلز سے بنے ہوئے ہیں۔ایسے لوگوں کا ڈی این اے ٹیسٹ (DNA Test) کا نتیجہ غلط نکل سکتا ہے، ایسے لوگوں کی شناخت کرکے ان کے بارے میں خصوصی احتیاط کی جائے اور محض ڈی این اے ٹیسٹ (DNA Test) کی وجہ سے ان کے نسب کو مشکوک نہ گردانا جائے۔

ڈی این اے کا تعارف:

ڈی این اے کی تعریف:

"It is a technique used especially for identification (as for forensic purposes(by extracting and identifying the base-pair pattern of an individual's DNAcalled also DNA typing, genetic fingerprinting."(55)

یہ ایک ایسی تکنیک ہے جو کہ(قانونی مقاصد) کے لیے افراد کے ڈی این اے کے Base Pairs کی شناخت کر کے ان افراد کی شناخت کرتی ہے، اسے ڈی این اے کی طباعت، ڈی این اے کا نشانِ انگشت بھی کہتے ہیں۔

DNA ٹیسٹ سے اثبات نسب :

اثبات ونفی نسب کے سلسلے میں طبی اعتبار سے اس قسم کے ٹیسٹ کو قطعی تصور کیا جاتا ہے، DNA ٹیسٹ کا سلسلہ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں شروع ہوا اور اس میں مزید بہتری ۱۹۹۰ء کی دہائی میں ہوئی جس کے بعد سے لیبارٹری میں اس کی درستگی ۹۹.۹۹ فیصد یا اس سے بھی زائد تسلیم کی جاتی ہے۔(۵٦) عصری قرائن میں یہ طریقہ اثبات میں زیادہ مؤثر ہے۔

جدید طبی وسائل میں سے سب سے اہم ڈی این اے ٹیسٹ (DNA Test) ہے جس کو عربی میں البصمة الوراثیة، اور انگلش میں DNA profiling، DNA testing، DNA typing، genetic fingerprinting وغیرہ جیسے نام دیئے جاتے ہیں۔اس کے ذریعے سے علومِ جنائی (Forensic Science) میں افراد کی شناخت ان کے DNA کے ذریعے کی جاتی ہے۔ہر جاندار اپنا مخصوص Genome رکھتا ہے، (مخصوص جینز پر مشتمل سیٹ) جینوم کسی بھی جاندار کے مکمل وراثتی مادے پر مشتمل ہوتا ہے جبکہ DNA Test ایسا ٹیسٹ ہے جس میں ایک فرد کے جینوم کی مشابہت دوسرے

فرد کے جینوم سے تلاش کر کے ان کے درمیان تعلق کو تلاش کیا جاتا ہے۔(۵۷)

DNA Test میں بار بار دہرائے جانے والے Base Pairs کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو کہ ایک ہی انداز میں بار بار ایک جاندار میں دہرائے جاتے ہیں، اور یہ دہرائے جانے والی تعداد بے انتہا مختلف ہوتی ہے یہ ۱۰۰ فیصد تو کبھی بھی میچ نہیں کرتا لیکن جس قدر دہرائے جانے کا عمل ان میں زیادہ میچ کرے گا۔ (variable number tandem repeats (VNTRs) کے loci رشتہ داروں میں زیادہ قریبی ہوتے ہیں اور جو رشتہ دار نہ ہوں ان سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔(۵۸)

اس دوران کچھ ایسی خصوصیات بھی ظاہر ہو سکتی ہیں جو بادی النظر میں اس کے والدین میں موجود نہیں ہوتی۔ اس کی وجوہات میں بعض جینز میں ہونے والی Mutation (تغیر) ہو سکتا ہے، یا بعض اوقات بعض Recessive Traits ہو سکتا ہے کہ کسی وجہ سے والدین میں ظاہر نہ ہوئی ہوں لیکن ان میں ان کے آباء واجداد سے آ رہی ہوں اور اس فرد میں ظاہر ہو جائیں جس کی طرف حضور ﷺ نے اشارہ بھی فرمایا تھا۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وُلِدَ لِي غُلَامٌ أَسْوَدُ، فَقَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: مَا أَلْوَانُهَا؟ قَالَ: حُمْرٌ، قَالَ: هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَنَّى ذَلِكَ؟ قَالَ: لَعَلَّهُ نَزَعَهُ عِرْقٌ، قَالَ: فَلَعَلَّ ابْنَكَ هَذَا نَزَعَهُ" (۵۹)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ہاں سیاہ فام لڑکا پیدا ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تیرے پاس کوئی اونٹ ہے؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے پوچھا وہ کس رنگ کے ہیں، اس نے کہا سرخ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ان میں کوئی سفید مائل سیاہ بھی ہے، اس نے کہا ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کیوں کر ہوا؟ اس نے کہا شاید کسی رگ نے اس کو کھینچا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح ممکن ہے تیرے اس بیٹے کے ساتھ بھی ایسا ہوا ہو۔

اسی حدیث کے ذیل میں امام نسائی لکھتے ہیں:

"فَمِنْ أَجْلِهِ قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، هَذَا لَا يَجُوزُ لِرَجُلٍ أَنْ يَنْتَفِيَ مِنْ وَلَدٍ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ، إِلَّا أَنْ يَزْعُمَ أَنَّهُ رَأَى فَاحِشَةً." (۶۰)

اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ دیا کہ آدمی کو جائز نہیں ہے کہ وہ ایسے لڑکے سے انکار کرے جو اس کے فراش پر پیدا ہوا ہو مگر یہ دعویٰ کرے کہ اس نے بے حیائی کا کام دیکھا ہے۔

انسانی جینوم تقریباً ۲۵۰۰۰ جینز پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ جینز ڈی این اے کے Base Pairs کے ۳۰۰۰۰۰۰۰۰۰ ارکان میں موجود ہوتے ہیں۔ اور سب مل کر ۴۶ کروموسومز بناتے ہیں جو کہ انسانی سیل میں موجود ہوتے ہیں۔(۶۱)

درستگی کا معیار:

انسانوں میں DNA بڑی حد تک ایک جیسا ہوتا ہے صرف بہت کم حصے میں فرق ہوتا ہے اور جہاں فرق ہوتا ہے وہی حصہ افراد کو ایک دوسرے سے ممتاز کرتا ہے اور اس میں فرق معلوم کرنے میں اس قدر درستگی ہوتی ہے کہ مشابہت کا امکان

سوائے monozygotic twins کے ایک ٹریلین میں ایک کا ہوتا ہے۔(۶۲)

ڈی این اے ٹیسٹ کی خصوصیات:

۱۔ ڈی این اے انسان میں موجود تمام صفات کی بنیاد ہے اور یہ اس کی وفات کے بعد بھی موجود رہتا ہے۔اس لئے وفات کے بعد بھی اس کے ذریعے پہچان ممکن ہے۔جیسا کہ آج کل اس کا استعمال عام ہے۔ ہر ایک انسان کا ڈی این اے دوسرے سے مختلف ہوتا ہے سوائے جڑواں بچوں کے، وہاں صفات میں شرکت کے امکانات ہوتے ہیں۔

۲۔ ڈی این اے پورے جسم میں ایک ہی طرح ہوتا ہے۔ پس آنکھوں میں پایا جانے والا ڈی این اے جسم کے دوسرے اعضاء میں پائے جانے والے ڈی این اے کی صفات والا ہوگا۔

۳۔ ماہرین اثبات نسب میں ڈی این اے کے نتائج کو قطعی سمجھتے ہیں۔

۴۔ اس میں ماحول، اور آلودگی کی مدافعت کی صلاحیت بھی پائی جاتی ہے نیز اس کو ایک عرصہ تک سٹور بھی کیا جاسکتا ہے۔اس کے نتائج کو غیر معینہ مدت تک کمپوٹرائز بھی کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ اس کے معائنہ کے ذریعے جنس کا تعین بھی کیا جاسکتا ہے۔

۶۔ اسی طرح قتل اور چوری کو بھی معلوم کیا جاسکتا ہے۔

۷۔ اس کے نتائج کو معلوم کرنا آسان ہے اور سمجھنے میں کوئی تامل نہیں کرنا پڑتا۔(۶۳)

ڈی این اے ٹیسٹ کی حد بندی:

Monozygotic twins:

صرف ایک زائیگوٹ والے بچے(monozygotic twins) کے اندر ڈی این اے بہت ہی زیادہ مشابہ ہوتا ہے کیونکہ ان کا پہلا فرٹیلائزڈ سیل (Zygote) ایک ہی سیل پر مشتمل تھا جو بعد میں دو حصوں میں تقسیم ہوا، اور اس سیل میں تقسیم کے وقت وہ وراثتی مادہ کاپی ہو جاتا ہے جس کے باعث ان کی شکل وصورت اور عادات وخصائل ایک جیسے ہوتے ہیں۔لیکن در حقیقت ان کے اندر بھی ہو بہو مشابہت نہیں ہوتی بلکہ کہیں نہ کہیں فرق ضرور ہوتا ہے اور اگر جینیٹک فنگر پرنٹنگ کے دوران ان monozygotic twins میں فرق کرنا پڑے تو بہت سرمایہ اور بہت وقت درکار رہوتا ہے کیونکہ بادی النظر میں ان کا جینیٹک فنگر پرنٹ ایک جیسا ہی نظر آتا ہے۔(۶۴)

ایسی ہی ایک خبر بی بی سی نے جڑواں بھائیوں کے جنسی جرائم کے سلسلے میں نشر کی تھی جس کے مطابق monozygotic twins بھائیوں میں سے ایک نے یا دونوں نے خواتین پر جنسی زیادتی کے ۶ کے قریب حملے کیے شناخت ہونے پر وہ پکڑے گئے لیکن جینیٹک فنگر پرنٹ عام ٹیسٹوں میں یہ بتانے سے قاصر ہے کہ ان میں سے کسی ایک نے یہ حملہ کیا یا دونوں نے کیا؟ کیونکہ ان کے جینوم میں دیگر monozygotic twins کی طرح بے انتہا مشابہت ہے۔ پولیس کو بتایا گیا ہے کہ اگر وہ ان دونوں کے ڈی این اے کا ایک بہت ہی اعلیٰ درجے کا پیچیدہ جینیاتی تجزیہ کروائیں تو اس پر دس لاکھ یورو تک خرچہ آسکتا ہے جس کے نتیجے میں ان دونوں بھائیوں میں فرق پتا چل سکے گا اور اصل مجرم کا تعین ہو سکے گا۔(۶۵) ایک عام

ڈی این کے تجزیے کے لیے چارسو کے قریب نیوکلیوٹائیڈز کے جوڑوں کا تجزیہ کیا جاتا ہے لیکن اگر معاملہ monozygotic twins کا ہو تو اس صورت میں کروڑوں نیوکلیوٹائیڈز کا تجزیہ کرنا پڑتا ہے۔(٦٦)

ڈی این اے سے اثبات نسب کی شرعی حیثیت:

عصر حاضر میں ڈی این اے سے اثبات نسب میں علماء کے دو قسم کے رجحانات پائے جاتے ہیں، ذیل میں ان کا مؤقف اور دلائل ذکر کئے جاتے ہیں:

مانعین کا مؤقف اور ان کے دلائل:

بعض علماء کے نزدیک ڈی این اے سے نسب کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب کے ہاں قیافہ سے نسب کو ثابت نہیں مانا گیا اور ڈی این اے کو چونکہ قیافہ پر قیاس کیا گیا ہے اس لئے اس سے بھی نسب ثابت نہیں ہو گا۔(٦٧)

ڈی این اے ایک ظنی اور تخمینی چیز ہے اور ثبوت نسب کے سلسلے میں شریعت کے جو متفقہ بنیادی اصول ہیں۔ان میں سے کسی کے ساتھ اس کا تعلق نہیں۔اس لئے ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے کسی ثابت النسب بچے میں شک پیدا کرنا، اور اس کا انکار کرنا، یا غیر ثابت النسب کے بچے کے نسب کو ثابت کرنا، یا ایک بچے کے مختلف دعویدار ہوں تو ان میں سے کسی ایک بچے کا نسب متعین کرنا، ان میں سے کوئی بھی صورت شرعاً جائز نہیں۔شریعت اگر قیافہ کا اعتبار کرتی تو لعان کا حکم نہ دیتی۔(٦٨)

مولانا ابرار احمد اعظمی لکھتے ہیں: ''وراثت کا تعلق معاملات الزامیہ میں سے ہے کہ یہ حقوق مالیہ سے ہے جو ضرر والزام علی الغیر سے خالی ہے۔یوں ہی عام حالات میں ثبوت نسب کا تعلق بھی معاملات الزامیہ سے ہے۔لہٰذا ڈی این اے رپورٹ جس کی حیثیت محض استدلال بالعلامہ کے تعلق سے ایک خبر کی ہے۔اس خبر کو بنیاد بنا کر وراثت جیسے مالی حقوق ثابت نہیں کیے جا سکتے اور محض خبر سبب استحقاق اور دعویٰ علی الغیر کی حجت نہیں ہو سکتی۔'' (٦٩)

مانعین نے ان تمام احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں آپ ؐ نے مشابہت پائے جانے کے باوجود بھی نسب کو ثابت نہیں کیا۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں : سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن زمعہ ایک لڑکے کے متعلق مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے، حضرت سعد نے کہا یا نبی اللہ یہ لڑکا میرے بھائی عتبہ کا ہے، میرے بھائی نے مجھے بتایا تھا یہ میرا لڑکا ہے، آپ ﷺ اس کی شکل کو دیکھ لیں، جبکہ عبداللہ بن زمعہ کا دعویٰ تھا کہ یہ میرا بھائی ہے۔میرے باپ کی لونڈی سے پیدا ہوا ہے۔تو آپ ﷺ نے اس بچے کی شکل وصورت دیکھی تو عتبہ سے ملتی تھی، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا اے عتبہ بن زمعہ ! وہ تیرا ہے، کیونکہ لڑکا فراش والے کے لئے ہے اور زانی کے لئے پتھر ہے اور اے سودہؓ تم اس لڑکے سے پردہ کرو۔(٧٠)

اس ضمن میں علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں :

”وحجتنا فی ابطال المصیر الیٰ قول القائف ان اللہ تعالیٰ شرع حکم اللعان بین الزوجین عند نفی نسب ولم یأمر باالرجوع الیٰ قول القائف فلوکان قولہ حجتہ لامر باالمصیر الیہ عند الاشباہ ولأن قول القائف رجماًبالغیب.“ (٧١)

مجوزین کا مؤقف اور ان کے دلائل:

اکثر علماء ڈی این اے کے ذریعے اثبات نسب کے قائل ہیں۔ان کے نزدیک ڈی این اے قرینہ قطعیہ کی شکل

اختیار کر چکا ہے اور تجربہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس کے نتائج قطعی ہیں۔(۷۲)ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

اشیاء میں اباحت کا اصول : فقہی قاعدہ ہے : ''الأصل في الأشياء الإباحة'' (۷۳) علماء نے اس قاعدے کو بنیاد بنا کر ڈی این اے کو اس پر قیاس کیا ہے۔ڈی این اے انسانی حقائق جاننے کے بارے میں ایک جدید تحقیق ہے۔جس طرح زندگی کے دوسرے معاملات میں اس سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔اسی طرح اثبات نسب میں بھی اسے بنیاد بنانے میں کوئی ممانعت نہیں کیونکہ موجودہ دور میں اس سے لوگوں کے فوائد وابستہ ہیں اور نص سے اس کی ممانعت بھی ثابت نہیں ہے۔(۷۴)

دوسرا قانون ہے : ''ما لايتم الواجب إلا به فهو واجب '' (۷۵) نسل کی حفاظت واجب ہے اور موجودہ دور میں یہ ڈی این اے ٹیسٹ پر موقوف ہے خصوصاً میٹرنٹی ہوم اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی مختلف شکلوں میں شبہ کی صورت میں اس کے ذریعے پہچان ممکن ہے۔پس اس لئے اس سے استفادہ درست ہے۔(۷۶)

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ شریعت کی بنیاد لوگوں کی حکمتوں اور لوگوں کے دنیوی واخروی فلاح و بہبود پر ہے اور شریعت سرتاپا انصاف ہے، سراسر رحمت ہے اور حکمت ہے۔جب مسئلہ میں انصاف کی بجائے ظلم رحمت کے بجائے زحمت اور عقل کی بجائے بے عقلی ہو تو سمجھو کہ یہ شریعت کا حکم نہیں کیونکہ تمام احکامات مصدر شرع کے گرد گھومتے ہیں اور جہاں یہ مقاصد متاثر ہوتے ہیں وہاں پر شریعت ان احکامات سے روکتی ہے۔مثلاً قتل، چوری، وغیرہ۔(۷۷)

تعامل علماء : جیسا کہ جدید ذرائع مثلاً فنگر پرنٹ، دستخط کے ذریعے کسی چیز کو ثابت کرنے میں علماء کا اختلاف نہیں بلکہ یہ تعامل کی ایک صورت ہے اور تعامل کی وجہ سے بعض چیزیں جائز بھی ہو جاتی ہیں جیسے عقد استصناع۔پس ڈی این اے کو اثبات نسب کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔(۷۸)

قیاس : اکثر علماء نے ڈی این اے کو اثبات نسب کے معاملہ میں قیافہ پر قیاس کیا ہے بلکہ نتائج کے اعتبار سے تو یہ قیافہ سے مضبوط ہے۔کیونکہ اس کے نتائج بار بار تجربات سے ثابت ہوتے ہیں۔پس جب قیافہ سے نسب ثابت ہوتا ہے تو اس سے بطریق اولیٰ ثابت ہوگا۔(۷۹)

مصالح مرسلہ : وہ مصالح جن کا شریعت نے نہ اعتبار کیا ہے اور نہ ان کو مہمل اور لغو بتایا ہے بلکہ شریعت کا حکم ان سے خاموش ہے۔اگر وہ مقاصد، مصالح کے مناسب ہوں تو اس کو لیا جائے گا ورنہ چھوڑ دیا جائے گا۔غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈی این اے مقاصد شرع کے مناسب ہے۔اس لئے اس سے نسب کو ثابت کیا جائے گا۔ (۸۰)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں: جمہور فقہاء کے نزدیک قیافہ سے نسب ثابت ہوتا ہے۔تو ڈی این اے سے بطریق اولیٰ ہوگا۔کیونکہ قیافہ ظنی اور ڈی این اے مشاہداتی اور تجرباتی ہے۔اگر غور کیا جائے تو حنفیہ کے نزدیک بھی مجہول النسب بچے کا نسب معلوم کرنے کے لئے ڈی این اے کافی ہونا چاہیئے۔اس لئے کہ احناف کے نزدیک بھی اثبات دعویٰ کے وسائل میں ایک قرینہ قطعیہ ہے۔(۸۱)

مجوزین نے حضرت عائشہؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ لوگوں کو حضرت اسامہؓ کے نسب میں شک تھا کیونکہ اسامہ کالے اور زیدؓ سفید تھے تو قیافہ کے ذریعے اس شک کو ختم کیا گیا۔(۸۲)اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں نسب میں شک ہو وہاں مضبوط قرائن سے اس کو دور کیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی متنازع النسب بچے کے نسب کو ڈی این اے سے ثابت کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں :

''يجوز اثبات النسب عندالتنازع قياس على الخبرة التى اجازها الفقهاء العمل بها في العبادة

والمعاملات وذالک بالاعتماد علی رأی الخبراء فی الکل ." (۸۳)
معاصرین میں سے اکثر اور علماء نے ڈی این اے سے نسب کو ثابت مانا ہے راقم الحروف کی رائے بھی یہی ہے۔

ڈی این اے کے ذریعے نفی نسب کی شرعی حیثیت:

معاصر علماء میں ڈی این اے ٹیسٹ سے نفی نسب کے بارے میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ ذیل میں علماء کی آراء نقل کی جاتی ہیں:

پہلی رائے یہ ہے کہ شرعی طریقہ سے ثابت شدہ نسب کی نفی صرف لعان کے ذریعے ہوسکتی ہے اور ڈی این اے ٹیسٹ کی رپورٹ کو لعان سے معلوم کرنا درست نہیں ہے۔ اسی رائے کو مجمع الفقہ الاسلامی نے بھی اختیار کیا ہے۔ **لا یجوز شرعاً الاعتماد علی البصمة الوراثیة فی نفی نسب، لا یجوز تقدیمها علی اللعان** (۸۴)

دوسری رائے یہ ہے کہ اگر شوہر کو یقین ہو کہ یہ حمل اس سے نہیں ہے تو صرف ڈی این اے ٹیسٹ کی رپورٹ کو بنیاد بنایا جاسکتا ہے اس صورت میں لعان کی ضرورت نہیں ہے۔ (۸۵)

تیسری رائے یہ ہے کہ بچہ کے نسب کی نفی صرف لعان کے طریقہ سے ہی ممکن ہے۔ جب ڈی این اے رپورٹ سے شوہر کے ساتھ بچے کے نسب کی تائید ہوگئی اگرچہ وہ شوہر لعان کر چکا ہو تو اس صورت میں ڈی این اے رپورٹ کو دلیل تکمیلی کے طور پر لیا جائے گا۔ (۸۶)

چوتھی رائے یہ ہے کہ جب ڈی این اے رپورٹ سے یقینی طور پر ثابت ہوگیا کہ یہ حمل شوہر سے نہیں ہے تو اس صورت میں لعان کی ضرورت نہیں اس رپورٹ سے ہی نسب کی نفی ہو جائے گی، اگر عورت اپنے سے حد کو دور کرنے کے لئے لعان کا مطالبہ کرے، اس احتمال کی بناء پر کہ یہ حمل وطی بالشبہ کی بناء ہو تو اس صورت میں لعان کیا جائے گا، اور اگر ڈی این اے رپورٹ سے یہ ثابت ہوگیا کہ بچہ اسی شوہر کا ہی ہے تو اس صورت میں شوہر پر حد قذف لازم ہوگی۔ (۸۷)

ڈاکٹر یوسف قرضاوی لکھتے ہیں: "**واذ علمنا ان نتائج البصمة الوراثیة قطعیة فی الاثبات نسب الولود الی الوالدین او نفیهم عنهم.**" (۸۸)

مانعین کے دلائل: وہ علماء جن کے نزدیک نسب کی نفی کا طریقہ صرف لعان ہی ہے ان کے دلائل درج ذیل ہیں:
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿والذین یرمون أزواجهم ولم یکن لهم شهداء إلا أنفسهم فشهادة أحدهم أربع شهادات بالله إنه لمن الصادقین والخامسة أن لعنة الله علیه إن کان من الکاذبین ویدرأ عنها العذاب أن تشهد أربع شهادات بالله إنه لمن الکاذبین والخامسة أن غضب الله علیها إن کان من الصادقین﴾ (۸۹)

یہ آیت اس پر دلالت کر رہی ہے وہ شوہر جس کے پاس اپنی ذات کے علاوہ کوئی گواہ نہ ہو اور وہ اپنی بیوی پر الزام لگائے تو اس صورت میں لعان ہی کا طریقہ اختیار کیا جائے گا، اس الزام کو ثابت کرنے کے لئے ڈی این اے ٹیسٹ کو بنیاد بنانا کتاب اللہ پر زیادتی ہوگی اور آپ ﷺ کا فرمان ہے: **(ومن احدث فی امرنا هذا ما لیس فهو رد)** (۹۰)
اسی طرح مانعین نے حدیث سے بھی استدلال کیا ہے: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: سعد بن ابی وقاصؓ اور عبداللہؓ

بن زمعہ ایک لڑکے کے متعلق مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے، حضرت سعد نے کہا یا نبی اللہ یہ لڑکا میرے بھائی عتبہ کا ہے، میرے بھائی نے مجھے بتایا تھا یہ میرا لڑکا ہے، جبکہ عبداللہ بن زمعہ کا دعویٰ تھا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ میرے باپ کی لونڈی سے پیدا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے اس بچے کی شکل وصورت دیکھی تو عتبہ سے ملتی تھی، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا اے عتبہ بن زمعہ! وہ تیرا ہے، کیونکہ لڑکا فراش والے کے لئے ہے اور زانی کے لئے پتھر ہے اور اے سودہؓ تم اس لڑکے سے پردہ کرو۔(۹۱)

اسی طرح ہلال بن امیہؓ کے واقعہ میں بھی آپؐ نے ارشاد فرمایا: اس عورت کے بچے کا دھیان رکھنا اگر اس عورت کا بچہ سرمگیں آنکھوں، موٹی سرین اور بھاری بھر پنڈلیوں والا ہو تو وہ شریک بن سحاء کا ہوگا۔ جیسا آپ ﷺ نے فرمایا بچہ ایسا ہی پیدا ہوا، تو آپؐ نے فرمایا: اگر اللہ کا حکم نہ ہوتا تو میرے اور اسے کے مابین ایک فیصلہ ہوتا(۹۲) یہ اور ان جیسی دوسرے احادیث میں آپ ﷺ نے بچوں میں شکل وشبہات کو بنیاد نہیں بنایا۔ جیسا کہ ڈی این اے میں موروثی مادہ کو بنیاد بنا کر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ بلکہ آپ ﷺ نے پہلی حدیث میں بچہ کو اس کے اس حکم پر باقی رکھا ہے۔ ''الولد للفراش'' یعنی نفی نسب کے لئے لعان ضروری ہے۔ جیسا کہ ہلال بن امیہ والی صورت میں کہا گیا ہے، ڈے این اے رپورٹ کی بنا پر نفی نسب کی اجازت نہیں ہے۔

شیخ عمر محمد سبیل لکھتے ہیں: **''فلا یجوز ابطاله وترک العمل به بدلالة البصمة الوراثية، بل لابدمن دليل نفي مثلاً وهذا غير ممكن.''** (۹۳)

مانعین کے نزدیک نسب کی نفی کا شرعی طریقہ صرف لعان ہے اگر لعان نہ کیا جائے تو شوہر سے نسب ثابت ہوگا اور نفی صرف لعان کی صورت میں ہوگی۔ ان کے نزدیک طبی نظریات جن کی بنیاد ظن پر ہے حکم شرعی پر ان کو مقدم نہیں کیا جاسکتا ہے۔ پس ڈی این اے رپورٹ پر اعتماد کرنا ضروری نہیں۔ حد قائم کرنے کے لئے گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔(۹۴)

لعان ایک شرعی حکم ہے جو قرآن وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ شریعت نے اس کو ثابت کرنے کا ایک طریقہ بیان کیا ہے۔ اس سے تجاوز کرنا درست نہیں۔ فقہا کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ثابت شدہ نسب کو صرف لعان کے ذریعے ختم کیا جا سکتا ہے۔ اگر ثابت شدہ نسب کی نفی میں ڈی این اے رپورٹ پر اعتماد کے باب کو کھولا جائے تو لعان جو کہ حکم شرعی ہے، ختم ہو جائے گا۔ اسی صورت میں حالات خراب ہوں گے اور نسب کے معاملے میں تساہل بڑھتا جائے گا۔(۹۵)

فقہائے احناف کے نزدیک وہ احکام جو نصوص شرعی سے ثابت ہوں، ان پر اس وقت تک عمل کیا جائے گا جب تک کہ اس کو منسوخ نہ کر دیا جائے۔ وحی کے منقطع ہونے کے ساتھ نسخ بھی ختم ہو گیا۔ پس ڈے این اے رپورٹ کو نسب کی نفی میں کافی سمجھنا کتاب وسنت سے ثابت شدہ حکم شرعی کو باطل کرنے کے مترادف ہے۔(۹۶)

اگر شوہر لعان کا عزم کر چکا ہو اس صورت میں ڈی این اے ٹیسٹ کی اجازت ہے تا کہ اس شک کو دور کیا جائے۔ اگر ٹیسٹ سے ثابت ہو جائے جس بچے کے بارے میں شک کیا جا رہا تھا، اس کا نسب اسی سے ثابت ہے تو اسی رپورٹ پر اکتفا کیا جائے اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ لڑکا اسکا نہیں ہے تو اس صورت میں لعان کیا جائے۔ بلکہ ایسی صورت میں جج کے لئے ضروری ہے کہ اگر شوہر لعان کا ارادہ کر چکا ہو تو اس کو پہلے ڈی این اے ٹیسٹ پر مجبو کیا جائے کیونکہ اگر ثابت ہو جائے کہ بچہ اسی کا ہے تو پھر لعان کی ضرورت نہیں۔ اگر نتائج الٹ ہوں تو اس صورت میں لعان کیا جائے گا۔(۹۷)

شریعت میں لعان کا مقصد عورت سے حد کو ساقط کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے آپؐ نے ہلال بن امیہ کے واقعہ میں ظاہری شک کی بنا پر حد جاری نہیں کی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس معاملے میں اجتہاد پر عمل نہیں کیا جائے گا اور ڈی این اے ٹیسٹ پر عمل بھی اجتہاد ہے۔ ایسے معاملات میں وحی الٰہی پر عمل کیا جائے اور معاملے کو اسکے ظاہر پر رکھا جائے اگر چہ قرائن ظاہر کے

خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔

ڈی این اے ٹیسٹ کو بینہ پر قیاس کرنا یہ قیاس باطل ہے کیونکہ شریعت میں بینہ قاذف سے حد کو دور کرنے کے لئے ہے نہ کہ نسب کی نفی کرنے کیلیئے۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگا رہا ہے تو جمہور فقہا کے نزدیک اس صورت میں ثابت شدہ نسب کی نفی لعان کے طریقہ پر ہوگی۔(۹۸)

مجوزین کے دلائل:

وہ علماء جن کے نزدیک ڈی این اے ٹیسٹ کو نسب کی نفی کے لئے بنیاد بنایا جاسکتا ہے ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

مجوزین نے قرآن کریم کی آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے :

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ﴾ (۹۹)

لعان اس وقت کیا جاتا ہے جب شوہر کے علاوہ کوئی اور گواہ نہ ہو۔ لیکن اگر گواہ ہوں جیسے ڈی این اے ٹیسٹ کی رپورٹ جس سے یا تو شوہر کے دعویٰ کی نفی ہوگی یا تصدیق۔ تو اس صورت میں اس آیت پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہوگی۔ پس وہاں لعان کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔(۱۰۰) اس آیت کریمہ کا تعلق سزا کو دور کرنے سے ہے، اس میں نسب کی نفی کا تذکرہ نہیں کیا گیا اور نہ ہی لعان اور نفی نسب کے درمیان ارتباط کو لازم کیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک آدمی لعان کرے اور اپنے آپ سے سزا کو ختم کروائے لیکن اگر ڈی این اے ٹیسٹ سے ثابت ہوگیا کہ اس بچے کا نسب اسی سے ثابت ہے تو یہ آیت اس سے نہیں روکتی۔(۱۰۱) اسی طرح ان کا دوسرا استدلال بھی قرآن کریم کی یہ آیت ہے: ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ﴾ (۱۰۲) اس آیت کریمہ میں قمیص کا ایک خاص جہت سے پھاڑنے کو گواہی کی ایک قسم شمار کیا گیا ہے۔ اسی طرح ڈی این اے ٹیسٹ بھی شہادت کے قائم مقام ہے۔(۱۰۳) ڈی این اے ٹیسٹ کے نتائج قطعی اور یقینی ہیں جن کی بنیاد عقل پر ہے۔ اس لئے اگر ڈی این اے ٹیسٹ سے ثابت ہوگیا کہ یہ بچہ شوہر کا ہے اور وہ اس کی نفی کر رہا ہے۔ پس کس طرح نسب کو ختم کیا جاسکتا ہے اور عقل کو جھٹلایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ وہ رپورٹ حقائق اور عقل کے منافی نہیں ہے۔ اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ عقل سلیم اور شریعت مطہرہ کے درمیان تعارض آجائے۔ اس قسم کے عقلی مسائل میں اگر شوہر اس رپورٹ کا انکار کرے اور لعان کا مطالبہ کرے تو یہ نکیر کی اقسام میں سے ہے اور شریعت مطہرہ اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے فیصلوں کی بنیاد نکیر پر رکھے۔(۱۰۴)

شریعت اسلامیہ نے ثبوت نسب کے معاملے میں چھوٹے بچے کے حقوق کی رعایت کی ہے۔ ڈی این اے رپورٹ کے بعد شوہر کا بچے کے نسب کی نفی کرنا اصل کی نفی ہے۔ کیونکہ شریعت میں اصل یہ ہے کہ نسب کی حفاظت کی جائے۔ ڈی این اے رپورٹ کے مقابلے میں شوہر کا لعان کا مطالبہ موجودہ زمانے میں کمیونٹی میں عدم استحکام کا سبب بنے گا۔(۱۰۵) بعض علماء کے نزدیک شہادت لعان کے مقابلے میں شوہر کے قول سے زیادہ مضبوط دلیل ہے۔ کیونکہ شہادت غلبہ ظن پر مبنی ہے اور لعان کے معاملے میں شوہر کا قول صدق اور کذب کے لحاظ سے برابر ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ یہ سچا ہو یا وہ عورت سچی ہو۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم ایک ایسی قطعی دلیل کو چھوڑ دیں جو 9.99٪ شوہر کے جھوٹے ہونے کو ثابت کرسکتی ہے اور ہم ایک ایسی دلیل کو بنیاد بنائیں جو ۵۰٪ سچائی پر مبنی ہے۔(۱۰۶)

سعد الدین ہلالی لکھتے ہیں: لعان استثنیٰ ہے قاعدہ نہیں۔اگر شوہر کے پاس گواہ نہ ہوں تو لعان کی طرف جایا جاتا ہے۔اصل تو گواہ ہیں، پس جب ڈی این اے رپورٹ سے ثابت ہوگیا کہ شوہر نے عورت پر زنا یا نفی نسب کا جو دعویٰ کیا ہے اس میں وہ سچا ہے۔تو پھر لعان کی ضرورت نہیں ہے۔(۱۰۷)

اگر شوہر ڈی این اے ٹیسٹ کے اثبات کے بعد لعان پر اصرار کرتا ہے تا کہ اس بچے کے نسب کی نفی کرے تو یہ صورت عورت کے لئے تکلیف دہ ہے۔ایسی حالت میں نہ اس کا مطالبہ مانا جائے گا اور نہ ہی بچے کے نسب کی نفی ہوگی۔(۱۰۸)

المنظمۃ الاسلامیۃ للعلوم الطبیۃ (کویت) کا فیصلہ: DNA Test کے ذریعے سے اثباتِ نسب نہ تو فراشِ شرعی کی دلیل بن سکتا ہے اور نہ ہی لعان کا قائم مقام ہوسکتا ہے اگر چہ وہ لعان کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کرسکتا ہے لیکن لعان کرنے کا اختیار خاوند کے پاس ہی رہے گا اگر وہ لعان نہ کرے گا تو بچے کا نسب اس سے ثابت ہوگا اگرچہ وہ حیاتیاتی (Biologically) طور پر اس کا والد ثابت نہ بھی ہو لعان کی صورت میں اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔

إذا كان الإسلام قد اشترط لإجراء اللعان انعدام الدليل مع الزوج فما وجه إجرائه إذا ثبت يقينا بالبصمة الوراثية أن الحمل أو الولد ليس من الزوج أو منه؟ (۱۰۹)

اگر اسلام نے لعان کے اجراء کے لیے خاوند کے پاس دلیل کا نہ ہونا شرط کیا ہے تو پھر ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے سے جب یقینی طور پر ثابت ہوجاتا ہے کہ حمل یا بچہ اس سے ہے یا نہیں تو پھر ڈی این اے ٹیسٹ کیوں کرایا جائے؟

ڈی این اے کے ذریعے اثبات کا حکم:

جمہور علماء کے نزدیک ڈی این اے یہ قیافہ کے قائم مقام ہے۔اسکا اعتبار فراش، اقرار اور بینہ کے بعد کیا جائے گا۔(۱۱۰) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (۱۱۱) اگر اس کو دوسرے ذرائع پر مقدم مانا جائے تو اس میں حرج ہوگا۔اس لئے کہ ثابت شدہ انساب میں شک پیدا ہوگا۔اثبات کے اصولی ذرائع پر امت کا اجماع ہے۔پس اس بات کی گنجائش نہیں کہ دوسرے ذرائع سے اس کو مقدم مانا جائے اس لئے کہ اس میں شک کا احتمال ہے۔(۱۱۲) اس سے نسب کا مطلقاً ثبوت ہوتا ہے۔فراش کا ثبوت نہیں ہوتا حالانکہ نسب کا اثبات تو فراش کے لئے ہوتا ہے۔(۱۱۳)

دوسرا قول: یہ اثبات نسب کے طریقوں میں سے ایک مضبوط طریقہ ہے جو قیافہ سے زیادہ قوی ہے پس جب دوسرے ذرائع سے تعارض نہ ہو تو مقدم ہوگا۔تینوں اصولی ذرائع ظنی ہیں اس کے باوجود بھی موجودہ دور میں اس سے نسب ثابت کیا جارہا ہے۔جبکہ ڈی این اے یقین پر مبنی ہے۔اور نتائج بھی اس کے یقینی ہیں اس لئے ظنی چیز کی وجہ سے اس کو چھوڑا نہیں جائے گا۔(۱۱۴)

یہ ٹھیک ہے کہ ڈی این اے کے نتائج قطعی ہیں لیکن ڈی این اے ٹیسٹ کے دوران اس کا دوسرے ڈی این اے کے ساتھ اختلاط ہونا، ماحولیاتی آلودگی سے متاثر ہونا اور جڑواں پیدا ہونے والے بچوں کے ڈی این اے کا ایک ہونا، ایسے عوامل ہیں جو اس کی قطعیت میں دراڑیں پیدا کرسکتے ہیں، (۱۱۵) المنظمۃ الاسلامیۃ للعلوم الطبیۃ نے اس موقع پر ڈی این اے کی حیثیت ادلہ میں طے کرنے کی کوشش کی ہے کہ قیافہ، شہادت اور اقرار میں ڈی این اے کو کہاں یا کس کے ساتھ رکھا جائے گا؟ چنانچہ یہ سفارش کثرت رائے سے پیش کی گئی ہے۔

"واتفق أكثر الحضور على أن البصمة الوراثية ترقى إلى دليل القيافة ولا تتقدم على الشهادة أو

الإقرار "(۱۱٦)

اکثر حاضرین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ڈی این اے ٹیسٹ قیافہ کی دلیل سے زیادہ ترقی یافتہ ہے لیکن اسے شہادت اور اقرار پر مقدم نہیں کیا جائے گا۔

"واجمع أكثر المناقشين على أنه إذا ثبت الزواج فالنسب ثابت ولا ينظر فى البصمة الوراثية إلا إذا تشكك الأب فله اللعان" (۱۱۷)

اکثر مناقشین کا اس بات پر اجماع ہو گیا کہ اگر شادی ثابت ہو جائے تو نسب ثابت ہو گا اور ڈی این اے کی طرف نظر نہ کی جائے گی الا یہ کہ باپ کو شک ہو اور وہ لعان کرے۔

ثبوت نسب میں ڈی این اے سے استفادہ:

ڈی این اے ٹیسٹ کا استعمال درج ذیل حالات میں درست ہوگا:

۱۔ ایک مجہول النسب بچہ یا لقیط کے نسب میں ایک سے زائد دعویدار ہوں، ایسی صورت میں یہ ٹیسٹ لازمی، لائق قبول حجت ہوگا۔

۲۔ ہسپتال میں نومولد بچے آپس میں مل جائیں اور معاملہ گڈمڈ ہو جائے۔

۳۔ ایک آدمی نے ایک لاوارث بچہ کو اپنے سے جوڑ لیا، پھر اس کے گھر والوں کا پتا چل گیا اور ان کے پاس دلائل ہیں، اس صورت میں بھی حقیقی بات کی طرف بچہ کو منسوب کرنے کے لئے اس ٹیسٹ کا سہارا لیا جائے گا۔

۴۔ شادی کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں پیدا ہونے والے بچہ میں شک ہو گیا۔

۵۔ وطی بالشبہ یا نکاح فاسد مثلاً نکاح شغار یا متعہ کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچے کا نسب یا کسی مطلقہ خاتون سے عدت ختم ہونے سے پہلے شادی کر لی پھر بچہ ہوا، تو کیا اس بچہ کو موجودہ شوہر ثانی کی طرف منسوب کیا جائے گا؟ ان حالات میں یہ ٹیسٹ ہوگا۔

٦۔ حادثات یا جنگوں میں بچے مخلوط ہو جائیں اور یقین کے ساتھ ان کے آباء کا پتا نہ چل سکے۔

۷۔ ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ پیدا ہونے والے بچوں میں اشتباہ ہو جائے۔

۸۔ لعان سے باز رکھنے کے لئے، اس کی صورت یہ ہوگی کہ شوہر نے کسی بڑے شک کی بنیاد پر بچہ کے نسب کی نفی کے لئے بیوی سے لعان کا عزم مصمم کر لیا ہے، اگر ٹیسٹ سے مشکوک بچہ کا نسب ثابت ہو جائے تو اسی پر بس کیا جائے گا، ورنہ بصورت دیگر لعان ہوگا۔

۹۔ دو بیٹوں یا قیافہ شناسوں یا اقرار کرنے والوں کے درمیان تعارض کے وقت اس ٹیسٹ کا سہارا لیا جائے گا، قاضی اس وقت یہ ٹیسٹ کرائے گا، کیونکہ یہ قرعہ اندازی اور قائف کے قول سے زیادہ مضبوط اور طاقتور ہے۔(۱۱۸)

قرائن طبیہ سے اثبات کی شرائط:

۱۔ یہ قرائن قوی ہوں اور ظن غالب اس کی صحت اور اثبات کی تصدیق کرتے ہوں۔
۲۔ نص شرعی کے مخالف نہ ہو جیسے فراش سے ثابت شدہ نسب کی ڈی این اے سے نفی قابل اعتبار نہیں۔(۱۱۹)
۳۔ عقل، واقع اور حس کے بھی خلاف نہ ہو مثلاً مقطوع الذکر کے لئے اثبات نسب کرنا۔
۴۔ قرائن کے ذریعے نسب کا اثبات تبا ہی ہوگا۔ جب اس کے ذرائع مشاہدہ اور تجربہ سے نسب ثابت کیا جا چکا ہو۔ بس فرضی قرائن اور تجربہ سے گزرنے والے قرائن کو اس استفادہ کے لئے معتبر نہ ہوگا۔(۱۲۰)
۵۔ جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے اس کا ٹیسٹ کرایا جائے۔
۶۔ ان قرائن کا متفق علیہ قرائن جو کہ موجود ہوں، کے متبادل کے طور پر استعمال نہ ہوگا۔ جیسے فراش، وغیرہ
۷۔ اس کا ٹیسٹ ان لیبارٹریوں سے کروایا جائے جو حکومتی نگرانی میں ہوں، ڈاکٹر ماہر ہوں، تاکہ نتائج میں کوئی شبہ نہ ہو۔
۸۔ ثابت شدہ نسب کی نفی ڈی این اے سے نہیں ہوگی۔
۹۔ مختلف لیبارٹریوں میں اس کی ٹیسٹ کئے جائیں۔ تاکہ نتائج صحیح حاصل ہوں۔(۱۲۱)

ڈی این اے ٹیسٹ سے اثبات نسب کے متعلق فقہ اکیڈمیز کے فیصلے وسفارشات:

المنظمة الاسلامیه للعلوم الطبیه نے ڈی این اے ٹیسٹ کے بارے میں درج ذیل سفارشات پیش کی ہیں۔

۱۔ ٹیسٹ کا عمل عدالتی اتھارٹی کے حکم کے بغیر نہ کروایا جائے۔
۲۔ یہ کہ ٹیسٹ کم از کم دو لیبارٹریز میں کروایا جائے اور اس میں بھی یہ اختیار رکھی جائے کہ ایک لیبارٹری کو دوسری لیبارٹری کے نتیجہ سے واقفیت نہ ہو۔
۳۔ بہتر یہ ہے کہ یہ لیبارٹریز حکومت کے تابع ہوں اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو ایسی لیبارٹریز کی خدمات حاصل کی جائیں جو حکومتی رٹ کے مطابق کرتی ہوں اور تمام علمی شرائط وضوابط کو بھی پورا کرتی ہوں اور مقامی قانون کے ضوابط کی بھی پابند ہوں۔
۴۔ ان لیبارٹریز میں کام کرنے والے ثقہ افراد ہوں، علم واخلاق کے اعلیٰ معیار پر ہوں اور ان کا دعویداروں میں سے کسی ایک کے ساتھ قرابت، دوستی، دشمنی یا منفعت کا تعلق نہ ہو، یا اس پر شرافت اور امانت داری کے خلاف کام کرنے کا الزام موجود نہ ہو۔(۱۲۲)

اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ کا فیصلہ:

اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ نے اپنی سترھویں اجلاس کی ساتویں قرارداد (مورخہ ۱۰ جنوری ۲۰۰۲ء) میں یہ فیصلہ دیا:

۱۔ حکومت ڈی این اے فنگر پرنٹنگ کے ٹیسٹ کرنے سے خاص طور پر روک دے جب تک کہ عدالت اس کی ڈیمانڈ نہ کرے اور یہ ٹیسٹ بااختیار حکام کے زیرِ اہتمام لیبارٹریز میں ہی کیے جائیں۔ پرائیویٹ سیکٹر کو بالخصوص اس طرح کے

ٹیسٹ سے منافع کمانے سے روک دیا جائے کیونکہ اس میں بہت سے بڑے خطرات موجود ہیں۔

۲۔ ہر ملک میں ڈی این اے فنگر پرنٹنگ سے متعلق کمیٹی بنائے جائے جس میں شریعت کے ماہرین، اطباء اور انتظامیہ کے آفیسران بھی شریک ہوں، ان کا کام ڈی این اے ٹیسٹ کے نتائج کی نگرانی کرنا اوران کے نتائج کو قابلِ اعتماد بنانا ہو۔

۳۔ یہ کہ ڈی این اے ٹیسٹ والی لیبارٹریز میں باریک بینی سے کام کرنے والی مشینیں رکھی جائیں تاکہ دھوکہ دہی، ملاوٹ، آلودگی وغیرہ میں سے جوانسانی بس میں ہو وہ سب کچھ کنٹرول کیا جاسکے تاکہ نتائج حقیقت کے مطابق ہوں۔ اور یہ کہ لیبارٹریاں باریک بینی سے اس کی تصدیق کریں۔ اور یہ کہ ٹیسٹ میں استعمال ہونے والے جینز کی تعداد اس انداز ے کے مطابق ہو جسے ماہرین شک کے دفع کرنے کے لیے ضروری قرار دیں۔ (۱۲۳)

اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کا فیصلہ:

اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ نے ڈی این اے ٹیسٹ کی شرعی حیثیت کے بارے میں یہ قرارداد پاس کی :

۱۔ نسب کے میدان میں ڈی این اے فنگر پرنٹنگ کے استعمال میں بے حد احتیاط اور راز داری کی ضرورت ہے، یہ اس لیے ہے کہ نصوص اور قواعد شرعیہ کو ڈی این اے ٹیسٹ پر تقدم حاصل ہے۔

۲۔ نسب کی نفی میں شرعاً ڈی این اے فنگر پرنٹنگ پر اعتماد کرنا جائز نہیں، اور اسے لعان کا مقدمہ بھی بنانا جائز نہیں ہے۔

۳۔ جو نسب شرعاً ثابت ہو اس کی پختگی کے لیے بھی ڈی این اے فنگر پرنٹنگ کو استعمال میں لانا جائز نہیں ہے۔ اس سلسلے میں با اختیار اداروں پر لازم ہے کہ اسے منع کریں اور اس پر تعزیری سزا لازم کریں کیونکہ اس منع کرنے میں میں لوگوں کو پردہ دری سے بچانا اوران کے انساب کی برقراری ہے۔

۴۔ ڈی این اے فنگر پرنٹنگ پر اثباتِ نسب کے میدان میں مندرجہ ذیل میدانوں میں اعتماد کرنا جائز ہے۔ مجہول النسب کے نسب میں تنازع کی مختلف صورتوں میں جن کا ذکر فقہاء نے کیا ہے خواہ وہ تنازع مجہول النسب کے نسب کے دلائل کی عدم موجودگی کی وجہ سے ہو یا ان دلائل کی برابری کی وجہ سے ہو، خواہ وہ وطی الشبہ میں اشتراک وغیرہ کے باعث ہو۔ (۱۲۴)

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا فیصلہ:

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اس بارے میں مندرجہ ذیل فیصلہ دیا :

۱۔ جس بچے کا نسب شرعی اصول کے مطابق ثابت ہو اس کے بارے میں ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعہ اشتباہ پیدا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

۲۔ اگر کسی بچہ کے بارے میں چند دعوے دار ہوں اور کسی کے پاس واضح شرعی ثبوت نہ ہو تو ایسے بچے کا نسب ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے متعین کیا جاسکتا ہے۔ (۱۲۵)

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابن منظور،جمال الدین محمدبن مکرم، لسان العرب، دار صادر،بیروت،س-ن ،١١٨/١٤

۲۔ الشیبانی، عبد القادر بن عمر بن عبد القادر ،نَیلُ المَآرِب بشَرح دَلِیلُ الطَّالِب، مکتبه الفلاح، کویت، طبع اول،١٩٨٣ء،٥٥/٢

۳۔ وزارة الاوقاف والشئون الاسلامیه، الموسوعه الفقهیه، داراحیاء الکتب العربی، س -ن ، ١٤٠٤هـ، ١٦٤/٤

۴۔ سنن ابن ماجه،کتاب الطلاق،باب اللعان، ١٦٦٨،ح ٢٠٦٧

۵۔ ابـن عابدین، محمد أمین بن عمر بن عبد العزیز ،رد المحتار علی الدر المختار، دار الفکر-بیروت، طبع دوم١٩٩٢ء، ٨٦/٣

۶۔ قلیوبی و عمیرة، أحمد سلامه القلیوبی وأحمد البرلسی عمیره، دار الفکر ، بیروت١٩٩٥ء،٥١/٤

۷۔ غرناطی، محمد بن یوسف، التاج والإکلیل علی مختصر الخلیل، دار الکتب العلمیه، طبع اول ١٩٩٤ء،١٤٧/٥

۸۔ یاسین الخطیب، ثبوت النسب، دارالبیان العربی ،جده ،طبع دوم،١٩٨٧ء ص ٢٣

۹۔ الموسوعه الفقهیه، ٢٣٦/٤٠

۱۰۔ ایضاً، ٢٣٦/٤٠

۱۱۔ شربینی، شمس الدین، محمد بن أحمد الخطیب، مغنی المحتاج الیٰ معرفه معانی الفاظ المنهاج، دار الکتب العلمیه، طبع اول،١٩٩٤ء، ٤٤١/٦

۱۲۔ الدسوقی، محمد بن أحمد مالکی ، حاشیه الدسوقی علی الشرح الکبیر، دار الفکر، بیروت،١٣٠/١

۱۳۔ الموسوعه الفقهیه، ٢٠٥/٣٥

۱۴۔ رد المحتار علی الدر المختار، ٦٩٩/٣

۱۵۔ الشافعی، أبو عبد الله محمد بن إدریس، الأم، دار المعرفه، بیروت، ١٩٩٠ء، ٣٢/٥

۱۶۔ الموسوعه الفقهیه، ٢٣٧/٤٠

۱۷۔ أبو عثمان ، سعید بن منصور، سنن سعید بن منصور، دار سلفیه، هند، طبع اول، ١٩٨٢ء،٩٠/٢، ح٢٠٦٣

۱۸۔ الموسوعه الفقهیه، ٣٠٠/١١

۱۹۔ حاشیه ابن عابدین، ٧٦٥/٦؛ الوسیط، ٣٥٦/٢؛المغنی، ١٩٦/٥؛ التاج والاکلیل،٢٣٨/٥

۲۰۔ حاشیه ابن عابدین، ١٧٦/٨؛ المغنی، ١١٦/٥؛بدایه المجتهد، ٢٦٧/٢؛روضه الطالبین، ٤٢٠/٤

۲۱۔ زحیلی، محمد مصطفیٰ، وسائل الاثبات فی شریعة الاسلامیه فی معاملات المدینه واحوال الشخصیه، مکتبه دارالبیان، طبع دوم دمشق، ١٤١٤ه،ص٢٥؛ المغنی، ١٤١/١٤

۲۲۔ احمد بن احمد المختار،مواهب الجلیل من ادلة خلیل، دار احیاء التراث الاسلامی،قطر،طبع ١٩٨٣ء،١٨٠/٦

۲۳۔ رد المحتار علی الدر المختار ،٢٧٢/٤

۲۴۔ المغنی، ٣٧٥/٨

۲۵۔ المرادوی،علی بن سلیمان ،الانصاف، دار احیا التراث ،بیروت،س-ن، ٤٥٨/٦

۲۶۔ ابن فرحون، تبصرةالاحکام ، ٩١/١٢؛ المغنی ،٤٧/٦؛علی بن احمد، الحلیٰ، ١٤٨/١٠

۲۷۔ شمس الدین محمد عرفه، حاشیه الدسوقی، ٤١٦/٣؛ المغنی، ٤٩/٦؛ روضة الطالبین، ١٠٢/١٢

۲۸۔ بدائع الصنائع، ١٣/٧؛زاد المعاد، ٤٣١/٥؛مغنی المحتاج، ٤٢٢/٢

۲۹۔ کاسانی، علاء الدین، أبو بکر بن مسعود بن أحمد ، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دار الکتب العلمیة،طبع دوم ، ١٩٨٦ء،٢١٦/٣

۳۰۔ الموسوعه الفقهیه، ٤٠/ ٢٣٩

۳۱۔ رد المحتار علی الدر المختار، ٧٤٦/٣

۳۲۔ لسان العرب، ٣٣٦/١٣

۳۳۔ فائز، محمد ابراهیم، الاثبات بالقرائن فی فقه الاسلامی، مکتبه اسلامی، بیروت، طبع ثانی ١٤٣٠هـ، ص٦٢

۳۴۔ قرطبی، ابو عبدالله محمد بن احمد، الجامع الاحکام القرآن، دار الکتب المصریه، طبع ثانی، ١٩٦٤ء، ١٣٠/٩

۳۵۔ ابن قیم، شمس الدین ذهبی، الطرق الحکمیة، مطبعة الناشر المدنی، قاهره، س-ن، ص ٤

۳۶۔ جصاص، ابوبکر، احمد بن علی، احکام القرآن، دارالفکر، بیروت، س-ن، ١٧١/٣

۳۷۔ یوسف، ١٢: ١٨

۳۸۔ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، ١٥٠/٩

۳۹۔ قشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استیذان الثیب، ١٠٣٦/٢، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، س ن ح١٤١٩

۴۰۔ زحیلی، وسائل الاثبات، ص ٥٠٨

۴۱۔ الطرق الحکمیه، ١٩٥

۴۲۔ ایضاً، ص ٢٢٨

۴۳۔ سنن ابن ماجه، کتاب الحدود، باب من اظهر الفاحشه، ٨٥٥/٢، ح ٢٥٥٩

۴۴۔ زحیلی، وسائل الاثبات، ص ٥٠٩

۴۵۔ سنن ابن ماجه، کتاب الاحکام، باب القافه، ٧٨٧/٢، ح٢٣٤٩

۴۶۔ فتاویٰ شامی، ١٢٦/٢

۴۷۔ زحیلی، وسائل الاثبات، ص ٥١١

48. Ashbaugh, David R. 2014. . "Ridgeology". Royal Canadian Mounted Police [cited 29-08 2014]. Available from www.crcnetbase.com/doi/pdfplusdirect/10.1201/9781420048810.fmatt.

49. Oxford Concise Medical Dictionary, 6th Edition, Oxford University Press, 2003, HLA System.

50. Elston, R.C. (1986). Probability and paternity testing. American Journal of Human Genetics. 39: 112-122.

51. History of Paternity Testing [cited 29-08 2014]. Available from http://www.paternity-answers.com/history-paternity-test.html. ity-test.html

52. ibid

53. Prophase-Ggenetics. 2014. DNA Paternity Test vs. Blood Test [cited 29-08 2014]. Available from http://www.prophase-genetics.com/dna_paternity_test_summary.html

54. Norton, Aaron; Ozzie Zehner (2008). "Which Half Is Mommy?: Tetragametic Chimerism and Trans-Subjectivity". Women's Studies Quarterly. Fall/Winter: 106-127.

55. http://www.merriam-webster.com/dictionary/dna+fingerprinting?show=0&t=1365733721(29-08-2014)

56. Prophase-Ggenetics. 2014. DNA Paternity Test vs. Blood Test [cited 29-08 2014]. Available from http://www.prophase-genetics.com/dna_paternity_test_summary.html

57. Kijk magazine, 01 January 2009

58. Rose & Goos. DNA - A Practical Guide. Toronto: Carswell Publications

۵۹۔ بخاری، ابو عبدالله، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب اذا عرض بنفی الولد، ٥٣/٧، دار طوق النجاه، ١٤٢٢ هـ ح٥٣٠٥

۶۰۔ نسائی، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعیب ، السنن الصغری للنسائی، مکتبه المطبوعات الإسلامیه ، حلب، طبع دوم، ۱۹۸۶ء، ح ۳٤٦۰، ۱۷۹/٦

61- http://www.merriam-webster.com/dictionary/genome.(Cited: 29-08-2014)

62- Felch, Jason; et al (July 20, 2008). "FBI resists scrutiny of 'matches'". Los Angeles Times. P8

۶۳۔ میمان، ناصر بن عبدالله، البصمة الوراثية وحكم استخدامها محال الطب الشرعی واثبات النسب، دار ابن جوزی، طبع اول، ۱٤۳۰ھ، ص ۵۱-۵۵

64- http://en.wikipedia.org/wiki/DNA_profiling. (Retrieved on 29-08-2014)

65- http://www.bbc.co.uk/urdu/science/2013/02/130210_twins_dna_sex_crime_tim.shtml. . (Retrieved on 29-08-2014)

66- ibid

۶۷۔ محبوب علی، مفتی، ڈی این اے ٹیسٹ سے متعلق مسائل، ڈے این اے ٹیسٹ کے شرعی مسائل، اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا، دارالاشاعت، کراچی، س-ن، ص ۳۵۳،۳۵۴

68- http://banuri.edu.pk/ur/node/1047. . (Retrieved on 29-08-2014)

۶۹۔ اعظمی، ابرار احمد، ڈی این اے ٹیسٹ کا شرعی حکم، مشمولہ ماہنامہ الاشرفیہ مبارکپور، انڈیا، مارچ ۲۰۱۲ء، ص ۳۸

۷۰۔ صحیح بخاری، کتاب فرائض، باب الولد للفراش، ح ٦٧٤٩، ١٥٣/٨

۷۱۔ السرخسی، محمد بن سهل، کتاب المبسوط للسرخسی، دارالکتب العلمیه، بیروت ، س-ن، ۸۳/۱۷

۷۲۔ اشقر، محمد سلیمان، اثبات النسب بالبصمة الوراثیه، مشموله ابحاث اجتهادیه فی الفقه الطبی، دارالنفائس، طبع اول، ۱٤۲٤ھ، ص ۲٦۳

۷۳۔ ابن نجیم، زین الدین بن ابراهیم، الاشباه والنظائر، دارالکتب العلمیه، بیروت، طبع اول، ۱۹۹۹ء، ص ٥٦

۷۴۔ هلالی، سعد الدین، البصمة الوراثية وعلائقها الشرعيه، منشورات، كلية الشريعه والقانون، جامعه كويت، ۱۹۹۹ء، ص ۹۵-۱۱۱

۷۵۔ شاطبی، ابو اسحاق ابراهیم بن موسیٰ، الموافقات، دار ابن عفان، ۱۹۹۷ء، ٤۱۱/٦

۷۶۔ مصلح، عبدالحی نجار، البصمة الوراثیه فی الفقه الاسلامی، مشموله مستجدات طبیه معاصره من منظور فقهی، دار الکتب العلمیه، طبع ۱، ۱٤۰۸ھ

۷۷۔ قیم، اعلام الموقعین، ۳/۳

۷۸۔ اشقر، محمد سلیمان، اثبات النسب بالبصمة الوراثیه، ص ۲٦٤

۷۹۔ سبیل، عمر بن محمد، البصمة الوراثیه ومدی مشرعیه استخدامها فی النسب والجنایه، دارالنهضه، ریاض، طبع اول، ۱٤۲۳ھ، ص ٤٦

۸۰۔ ایضا، ص ٤٧

۸۱۔ خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا، کی رائے، جینیٹک سائنس سے پیدا ہونے والے چند مسائل، مشمولہ ڈی این اے ٹیسٹ، ص ۱۵۱

۸۲۔ سنن ابن ماجه، کتاب الاحکام، باب القافه، ح۲۳٤۹، ۷۸۷/۲

۸۳۔ وهبه زحیلی، ڈاکٹر، البصمة الوراثیه ودورها فی الاثبات، دارالبیان، دمشق، ۱۹۹٤ء، ٤۳٥/۲
یہ رائے علی محی الدین قرہ داغی، عبدالستار فتح اللہ سعید، محمد اشقر وغیرہ کی ہے، مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کی رائے بھی یہی ہے۔

۸۴۔ یہ رائے عبداللہ محمد عبداللہ، یوسف قرضاوی اور محمد مختار السلامی کی ہے۔

۸۵۔ یہ رائے ڈاکٹر نصر فرید کی ہے۔

۸۶۔ یہ رائے سعد الدین الھلالی کی ہے، مذکورہ بالا آراء ذیل میں دی گئی سائٹ سے لی گئی ہیں:

87- http://islamtoday.net/bohooth/artshow-86-3866.htm (cited: 02-06-2014)

۸۸۔ وهبه زوحيلى، البصمة الوراثيه محالات الاستفاده منها، ص٦

۸۹۔ النور، ٢٤: ٩-٦

۹۰۔ سنن ابن ماجه، كتاب الايمان،باب تعظيم حديث رسول الله، ١٤، ح ٧/١

۹۱۔ صحيح بخارى، كتاب فرائض، باب الولد للفراش،ح ٦٧٤٩، ١٥٤/٨

۹۲۔ سنن ابن ماجه، كتاب الطلاق،باب اللعان، ح ٢٠٦٧، ١٦٦٨

۹۳۔ سبيل، عمر محمد، البصمة الوراثيه، ومدى مشروعية استخدامها فى النسب والجنايه، ص٢٨، ٢٩

۹۴۔ محمد مختار، السلامى، اثبات النسب بالبصمة الوراثيه، مشموله الوراثه والهندسة الوراثيه، مطبوعه المنظمة الاسلاميه للعلوم الطبيه، كويت، ٢٠٠٠ء، ص ٤٠٥

۹۵۔ قرعه داغى، البصمة الوراثيه من منظور الفقه الاسلامى، مشموله، محله مجمع الفقه الاسلامى، شماره١٦، ٢٠٠٣ء، ص٥٣

۹۶۔ سبيل،عمر محمد، البصمة الوراثيه واثبات النسب، ص٢٩

۹۷۔ مصلح، عبدالحى نجار، البصمة الوراثيه فى الفقه الاسلامى،ص٢٣٣

۹۸۔ هلالى،سعد الدين، البصمة الوراثية وعلائقها الشرعيه، ص٤١

۹۹۔ النور،٢٤:٦

100- http://islamtoday.net/bohooth/artshow-86-3866.htm (cited: 02-06-2014)

101- ibid

۱۰۲۔ يوسف، ١٢: ٢٦

103- http://islamtoday.net/bohooth/artshow-86-3866.htm (cited: 02-06-2014)

۱۰۴۔ بارود، رضا، البصمة الوراثية فى الاثبات، الممارسة العلياللقضاء، اردن، ٢٠٠٥ء، ص ٨٣

105- http://islamtoday.net/bohooth/artshow-86-3866.htm (cited: 02-06-2014)

106- ibid

۱۰۷۔ هلالى، سعد الدين، البصمة الوراثية وعلائقها الشرعيه،ص ٢١

۱۰۸۔ نصر فريد، ڈاكٹر، البصمة الوراثيه ومحالات الاستفاده منها، ص ٣٠

109- http://www.blog.saeeed.com/2011/05/combinaison-liaan-expertise-medicale, (Retrieved on 29-08-2014)

۱۱۰۔ عمر سبيل، البصمة الوراثيه واثبات النسب، ص٩١

۱۱۱۔ الحج، ٢٣: ٧٨

۱۱۲۔ سبيل، عمر محمد، البصمة الوراثيه واثبات النسب، ص٤٣

۱۱۳۔ عمرسفيان، النسب ومدى تاثير المستجدات العلميه فى اثباته، كنوز اشبيليا، رياض، طبع اول ١٤٢٨هـ، ص٣٤٧

۱۱۴۔ هلالى، سعد الدين، البصمة الوراثية وعلائقها الشرعيه، ص٣١٦

۱۱۵۔ مصلح، عبدالحى نجار، البصمة الوراثيه فى الفقه الاسلامى،ص ٢٣٣

116- http://islamset.net/arabic/abioethics/basma/basma1.html (cited: 23-05-2014)

117- ibid

۱۱۸۔ رحمت الله ندوی، مولانا، جنیٹک سائنس سے متعلق مسائل، مشمولہ ڈی این اے ٹیسٹ،ص ۳۱۵

۱۱۹۔ زحیلی، محمد مصطفیٰ، حجۃ القرائن المعاصرہ فی اثبات، جامعہ نائف العربیہ، طبع ۱٤۲۷ھ، ص ۲۱-۲۵

۱۲۰۔ مصلح، عبدالحی نجار، البصمۃ الوراثیہ فی الفقہ الاسلامی،ص ۲۳٦

۱۲۱۔ سبیل، عمر محمد، البصمۃ الوراثیہ واثبات النسب،ص٥٥، ٥٦،۱۸۳

122_ http://islamset.net/arabic/abioethics/basma/basma1.html (cited: 23-05-2014)

123_ http://www.themwl.org/Fatwa/default.aspx?d=1&cidi=151&l=AR&cid=12, (Retrieved on 11-08-2014)

124_ ibid

125_ http://www.ifa-india.org/index.php?do=home&pageid=medical10 (Retrieved on 11-08-2014)